OPEN ACCESS
Journal of Islamic & Religious Studies
ISSN (Online): 2519-7118
ISSN (Print): 2518-5330
www.uoh.edu.pk/jirs

JIRS, Vol.:5, Issue: 2, July - Dec 2020
DOI: 10.36476/JIRS.5:2.12.2020.06, PP: 85-104

متنِ قرآن کریم پر تھیوڈور نولڈیکے کے اعتراضات: جرمن تحریکِ استشراق کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Noldeke's Qur'anic Textual Criticism: An Analysis in German Orientalist Context

Dr. Riaz Ahmad Saeed
Lecturer, Department of Islamic Studies
National University of Modern Languages, Islamabad
Dr. Muhammad Khubaib
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur

Version of Record Online/Print: 01-12-2020
Accepted: 01-11-2020
Received: 31-07-2020

Abstract

It is a fact that the majority of the Orientalists consider the Holy Qur'ān as the primary source of Islamic faith, worship and teachings, so most of them have tried their best to make Qur'ān unauthentic and contradictory. For that purpose, they have directed to devote all their efforts to prove it a human-authored book. Consequently, they want to prove the Holy Prophet Muhammad (PBUH) as a fabricated Prophet. In this regard, Theodore Noldeke is a German Orientalist who has some objections to the text of the Holy Quran. In this paper, efforts are made to respond to these objections of Noldeke. Furthermore, the study analyzed the Orientalists movement in the German context. It is perceived as an eye open truth the Holy Quran is free from any human error and textual amendment but at that point, Theodore Noldeke tries to get benefit from diverse and somehow weak Tafsīr literature and Muslim scholarly difference of opinion in this regard. Moreover, German Orientalism is an important chapter of the Global Orientalists Movement but the world could able to know it later. Therefore, this study recommends that Muslim scholars must respond to the objections and reservations of German Orientalists in the proper and best way. Analytical research methodology has been adopted in this study with a qualitative approach.

Keywords: *Noldeke, German orientalist movement, Qur'ān, textual criticism, analysis*

CC BY

تمہید:

نزولِ قرآن کے زمانہ سے ہی قرآن کریم نہ صرف عربوں بلکہ اہل کتاب کی توجہ کا بھی مرکز بنا تھا اور یہاں تک کہ بعض یا اکثر مخالفینِ اسلام قرآن کی آیات کو یاد رکھتے حتی کہ مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ سے بحث و جدل کرتے ہوئے آیاتِ قرآنی سے استفادہ کرتے تھے۔ اہلِ کتاب علماء کی توجہ قرآن مجید کی جانب اس وقت زیادہ ہوئی جب قرآن مجید نے گزشتہ آسمانی کتابوں اور اہلِ کتاب کی تاریخِ زندگی کی جانب اشارہ کیا۔ اہلِ کتاب محققین کے دلوں میں قرآن کی طرف رغبت کی موجودگی کی وجہ وہ تفصیلی تحقیقات ہیں جن میں قرآن کریم کا گزشتہ آسمانی کتابوں اور ادیان سے رابطہ ثابت کیا گیا ہے۔

اٹھارویں صدی سے جدید یورپ میں دینیات شناسی بالخصوص قرآن کی تاریخ اور اس کے متن پر تحقیقات کا آغاز ہوا اور یہ تحقیقات مسلسل جاری ہیں کیونکہ مغربی ممالک خصوصاً مسیحی دنیا کی اہم جامعات میں اسلام پر تحقیق کے لیے مراکز قائم کئے گئے ہیں جن میں مستشرقین نے تمام اسلامی موضوعات پر تحقیق اور مطالعہ کیا۔ قرآن مجید شریعت اسلامی کا اصل منبع و مصدر ہونے کی بنا پر مستشرقین کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے اور گزشتہ چند سالوں سے ان کی تحقیق کا بنیادی موضوع قرآن مجید ہی رہا ہے۔

نولڈیکے نے اپنے پی ایچ ڈی مقالہ "تاریخ نص قرآنی" اور اپنی دیگر تالیفات میں اس فکر کی ترویج کی ہے کہ قرآن میں تحریف ہو چکی ہے اور اس کی تالیفات دوسرے محققین کے لیے مرجع تحقیق بن چکی ہیں۔ دیگر کئی مستشرقین کی طرح اسے بھی قرآن مجید کے مصدر، تاریخ، متن اور اس کے وحی الٰہی ہونے کے بارے میں بہت سے اعتراضات اور اشکالات تھے۔

تھیوڈور نولڈیکے آپ ﷺ کے زمانے میں عدم جمع قرآن کا قائل ہے، حضرت عثمانؓ کی تدوینِ قرآن کی تردید کرتا ہے اور اختلافِ قراءات کو دلیل بنا کر متنِ قرآن میں شکوک و شبہات کے بیج بونے کی کوشش کرتا ہے۔ حروف مقطعات پر نولڈیکے کا نظریہ ہے کہ جو حروف بعض قرآنی سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں وہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے مصاحف کی نشانی ہیں اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ قرآن کا حصہ بن گئے۔ تناسب آیات قرآن کریم پر اعتراضات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اگرچہ قرآن کریم فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہے لیکن آیات میں بیان احوال و واقعات میں دوسری تاریخی کتابوں کی طرح ربط اور تسلسل موجود نہیں ہے، اس لیے قرآنی داستانوں کو سمجھنا دشوار ہے۔ اسی طرح قرآن کی ترتیب درست نہیں ہے اور آج قرآن کو ترتیب نزولی کے مطابق مرتب کرنا ناممکن ہے۔

اس تناظر میں اس تحقیقی مقالہ میں جرمن مستشرق تھیوڈور نولڈیکے کے متنِ قرآنِ کریم پر کئے گئے اعتراضات و سولات کا، جرمن تحریکِ استشراق کے تناظر میں، تجزیہ کرکے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

تھیوڈور نولڈیکے جرمن تحریکِ استشراق کے اہم ترین ممبر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ جنہوں نے جرمن تحریکِ استشراق کی روایات کو آگے بڑھایا اور اس حوالے سے قرآن مجید کو اپنی استشراقی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ تھیوڈور نولڈیکے کی اہم کتاب "Geschichte des Quran" ہے جس میں تھیوڈر نولڈیکے نے قرآن مجید کو حرفِ تنقید بنایا۔ اس کے علاوہ اپنی کتاب "Sketches from Eastern History" میں بھی قرآن مجید سے متعلق شکوک پیدا کرتا ہے۔ اس نے اپنے تمام شبہات کو انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں آرٹیکل "The Quran" میں مختصر طور پر بیان کیا ہے۔

نولڈیکے کے پیدا کردہ شبہات کا کئی اہل علم نے جائزہ لیا ہے جن میں سے مالک حسین شعبان نے ۲۰۱۱ء میں جامعہ

یرموک، اُردن سے عنوان "القراءات القرآنية في كتاب تاريخ القرآن للمستشرق الألماني نولديكي: عرض و نقد" پر اور رضا محمد الدقیق نے جامعہ ازہر، مصر سے عنوان "قراءة نقدية جديدة لكتاب تاريخ القرآن لنولديكي" پر پی ایچ ڈی کی ہے اور قراءاتِ قرآنیہ پر شکوک و شبہات کا تفصیلاً جائزہ لیا ہے۔ مولانا محمد اویس ندوی نے ایک مضمون "مستشرق نولدیکی اور قرآن" لکھا جو "المعارف" دار المصنّفین، اعظم گڑھ، انڈیا سے شائع ہوا، اس میں انہوں نے سورۂ یوسف کی ایک آیت کی تفسیر کے حوالہ سے نولڈیکے کے افکار کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ نولڈیکے کی تحقیق کے اہم موضوعات میں سے قرآن مجید کی حفاظت، جمع و تدوین، ترتیبِ قرآنی، سبعہ احرف، حروفِ مقطعات اور نظم و مناسبت ہیں جن کا جائزہ لینا ضروری ہے۔اس تحقیقی مقالہ میں ان اعتراضات کا جرمن تحریک استشراق کے تناظر میں مختصر مگر جامع انداز سے جائزہ لیا گیا ہے۔

فرضیۂ تحقیق:

جرمن تحریک استشراق خاص پہچان کی حامل ہے۔ تھیوڈور نولڈیکے اس تحریک کے سرگرم رکن رہے اور اس نے متنِ قرآن کو اپنا خاص موضوع تحقیق بنایا۔ تھیوڈور نولڈیکے کے عہدِ نبوی میں حفظ و کتابت، عہدِ صدیقی میں تدوین، عہدِ عثمانی میں تدوینِ نو، سبعہ احرف، حروفِ مقطعات اور ترتیب و نظمِ قرآنی جیسے اہم موضوعات میں پیدا کردہ شکوک و شبہات کا ازالہ ضروری تھا۔اس مقالہ میں ایسے ہی اہم موضوعات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اسلوبِ تحقیق:

اس تحقیق کا بنیادی اسلوب تجزیاتی ہے۔ حسبِ ضرورت تاریخی اور تنقیدی اسلوب بھی اختیار کیا گیا ہے۔ تجزیاتی اسلوبِ تحقیق میں کسی بھی علمی کام، نظریہ یا شخصیت کا مطالعہ کرکے اس کے نظریات کا جائزہ لیا جاتا ہے اور حسبِ ضرورت ان پر نقد اور تجزیہ بھی کیا جاتا ہے اور ان میں پائی جانے والی خوبی یا خامی کو اس کی ضرورت اور مقام و مرتبہ کے مطابق بیان کیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں جرمن مستشرق تھیوڈور نولڈیکے کے قرآن مجید پر نقد کا تجزیہ کرنا اور جواب دینا مقصود ہے، اس لئے اس مقالے کی تیاری میں تجزیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ قرآن کریم پر تھیوڈور نولڈیکے کے نقد کا تجزیہ کرکے اس کے اٹھائے گئے اعتراضات و سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ دورانِ تحقیق بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے لیکن بوقتِ ضرورت ثانوی مآخذ کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مذکورہ موضوع کی مناسبت سے مواد کو ایک جگہ جمع کرنے کے لئے لائبریری، برقی کتب، مقالہ جات اور آن لائن لائبریریز اور اس مضمون کے ماہرین سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

جرمن تحریک استشراق:

مختلف یورپی ممالک میں شرق شناسی[1] (Orientalism) کے مطالعات مختلف اہداف، مقاصد، خصوصیات اور خصائل رکھتے ہیں۔ شرق شناسی ایک وسیع میدان ہے جو کہ شرق سے مربوط تمام سرگرمیوں کو اپنے احاطہ میں لیتا ہے۔ خواہ وہ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی، دینی ہوں یا دنیوی، زبان شناسی ہو یا تہذیب شناسی۔ معروف اسلامی سکالر صلاح الدین المنجد نے "المستشرقون الألمان" میں اس سوال کا جواب اس طرح دیا ہے:

> "جرمن کا شرق کے ساتھ ربط دسویں صدی سے شروع ہوتا ہے۔ جب اوتو (جرمن امپائر) نے ۹۵۶ء میں یوحنا پادری کو بطور سفیر اندلس میں مسلمانوں کے حاکم عبدالرحمٰن الناصر کی جانب روانہ کیا۔ اسی طرح الناصر نے بھی اندلس کے ایک پادری کو بطور سفیر جرمن کی جانب روانہ کیا۔ عربی زبان کی تدریس کی جانب توجہ دینے والا پہلا

جرمن کرستمنا تھا جس نے عربی زبان سیکھنے اور لکھنے کے طریقہ کار پر ایک کتاب تحریر کی۔ پھر دیگر جرمن مستشرقین نے عربی اور اسلامی مطالعات کی طرف رخ کیا۔"[2]

لیکن اسلام کے حوالے سے جرمن مستشرقین کے تین قسم کے مکاتب ہیں:

1. قرآنی ابحاث کے ساتھ مختص مکتب۔
2. حضرت محمد ﷺ سے متعلق مختص مکتب۔
3. عربی اور اسلامی تاریخ کے ساتھ مختص مکتب۔[3]

جرمن مستشرقین دینی اور سیاسی اہداف رکھتے ہیں۔ پہلے پہل یہ مستشرقین صرف علمی کاوش کے لیے تحریکِ استشراق میں شامل ہوئے، لیکن بعد میں سیاسی اہداف کی بناپر جرمنی نے مشرقی ممالک بالخصوص ایشیااور افریقہ کے ممالک پر قبضہ کیا۔ اسی طرح جرمنی تبلیغی انجمن رکھتا ہے جو مشرق کی مسیحی سازی تحریک کو مادی و معنوی طور پر تقویت دیتی ہے۔ بہت سے جرمن مستشرقین نے فرانسیسی مستشرقین بالخصوص "سیلوستر دوساسی" جیسی شخصیت کی شاگردی اختیار کی ہے جو مسیحی تبلیغی اور مشنری کارناموں کی بناپر شہرت رکھتے ہیں۔

"جرمن مستشرقین صبر و حوصلے کے معاملے میں مشہور و معروف ہیں۔ان میں سے بعض مطالعہ کی کثرت اور تحقیقات کی وجہ سے جسمانی عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ جیسے کہ ووستنفلد مطالعہ کی زیادتی کی وجہ سے بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بعض نے اپنی ساری زندگی تحقیق، بحث اور مطالعہ کے میدان میں صرف کر دی حتیٰ کہ ایک شخصیت "یوھان رایسکہ" شہیدِ ادبیاتِ عرب کے نام سے مشہور ہوئے"۔[4]

جرمن تحریک شرق شناسی کا آغاز مختلف یورپی ممالک کی نسبت بہت دیر سے ہوا۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک جرمن مستشرقین کے کارناموں کا سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔ شروع کے زیادہ تر جرمن مستشرقین "سیلوستر دوساسی" کے شاگرد تھے۔ انیسویں صدی کے شروع میں جرمن مستشرقین کی توجہ صرف مطالعاتِ زبان اور ادبیات پر تھی۔ہٹلر کی حکومت کے دوران جرمن کی تحریک شرق شناسی کمزور پڑ گئی، اس لیے بہت سے جرمن مستشرقین جیسے کہ " جوزف شاخت" نے دوسرے ممالک کی طرف ہجرت کی۔ بعض مستشرقین جنگ میں ہلاک ہو گئے اور بعض حکومت کے ساتھ مل کر ان کے طریقہ کار پر چلنے لگے لیکن کلی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جرمن تحریکِ استشراق کی تحقیقات قابلِ اہمیت ہیں۔ایڈورڈ سعید جرمن تحریکِ استشراق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ جرمن تحریکِ استشراق کا بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے مشرقی سرزمین پر برطانوی اور فرانسیسی کلچر کے مختلف آثار کو بہتر شکل میں مستحکم کیا۔[5]

انیسویں صدی عیسوی میں جرمنی میں بہت سے مستشرقین نے قرآن کریم اور قرآنی علوم پر قلم آزمائی کی جو ایک تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔ جرمن مستشرقین اور ان کی مطبوعہ کتابیں و مقالات درج ذیل ہیں:

فلوگیل جی (قرآن کریم کا انڈیکس)، فلاشیر ایچ ایل (تفسیر بیضاوی کا ترجمہ)، سیمون فائل (قرآن کریم میں تورات کا تذکرہ)، فرانکیل ایس (قرآن میں غیر عربی الفاظ)، بارتھ جے (قرآن کا ایک تعارف)، ویل ہاؤزن جے (قرآن کیا ہے؟)، ایف شوالّی (قرآن کا ایک مطالعہ)، سیبولڈ سی ایف (کتب تفاسیر قرآن)، نولڈیکے ٹی ایچ (نصوصِ قرآنی کی تاریخ)، سچاؤ ای (قرآنی سورتوں کی ترتیب)، جوزف ہورویٹز (قرآن کے اشتقاقات)، کارل ہنزی بیکر (نولڈیکے کی تحقیقات میں لغت قرآن کے قواعد)،

قرآن میں حروف نفی کا استعمال، قرآن کے مشہور قراء اور ان کی سوانح، علم قراءت کی تاریخ)، ایچ ہر شبفلڈ (قرآن کی ترتیب کے بارے میں جدید تحقیقات)، اسپیسٹر ایچ (قرآن میں کتابیوں کے قصے)، پول سوارز (غریب القرآن)، بومسٹارک اے (قرآن میں عیسائی عقائد کی تشریح، قرآن میں یہودیت اور عیسائیت)، ای ایزین (فضائل القرآن وآداب)، پریٹسل او (قرآنی علوم اوران کے مراجع، علم قراءت کی تاریخ)، اریزکے (قرآن میں نصرانی تعلیمات کے اثرات)، ای ریچلین (شریعت کا قرآنی مفہوم)، مالیبسرایڈ (دلیل القرآن)، فیش ایگ (سورۃ القارعہ، سورۃ التکاثر اور سورۃ النجم پر مقالات)، اذولف جروہمان (قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کا تذکرہ)، پی ای کیل (قرآن اور عربی زبان)، ہرٹمن آر (قرآن کی تفسیر)، ریٹرایچ (استنبول کی لائبریری میں قرآن و احادیث کی مطبوعات)، جوہان فوک (قرآن کا تعارف) کو بیرٹ آر اے (قرآن کی تفسیر)، اے سپٹلر (قرآن کا تعارف)، جویٹین ایس ڈی (قرآن میں نماز کا ذکر)، میٹوچ ایگ (امہری میں قرآن کا ترجمہ)، ای ریچلین (عبرانی میں قرآن کا ترجمہ)، گریم، مارٹن لوتھر، ایس شویگر، جوہان لینگر، ڈیوڈ نارٹر، آرنلڈ، مگ لین، اوکرٹ، المان، ہننگ مگ، گریگول ایف، ایم کلیمبر وتھ، روڈی باریٹ، گولڈ اسمتھ ایل نے قرآن مجید کا جرمنی میں ترجمہ کیا۔[6]

تھیوڈور نولڈیکے اور اس کی تالیفات کا تعارف:

جرمن مستشرق تھیوڈور نولڈیکے نے ۱۸۵۶ء میں تاریخ قرآن میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کا یہ تحقیقی کام اس کے شاگرد فری ڈرش شوالّی کے تعاون سے ۱۸۶۰ء میں پہلی مرتبہ جرمن زبان میں شائع ہوا جبکہ اس کا اصل مقالہ لاطینی زبان میں تھا۔ اس اشاعت پر پیرس اکادمی آف اِنس کرب شتر کی طرف سے مصنف کو سرکاری اعزازات سے نوازا گیا۔ اس کے علاوہ قرآن مجید سے متعلق نولڈیکے کے خیالات ۱۸۹۱ء میں انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں "The Quran" کے نام سے ایک آرٹیکل کی صورت میں زیادہ مرتب صورت میں شائع ہوئے۔ اس کی کتاب "تاریخ قرآن" (Geschichte des Quran) مستشرقین کی نظر میں علومِ قرآن پر ایک مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

نولڈیکے کا خیال ہے کہ قرآن مجید پیغمبرِ اسلام کی ذاتی تصنیف ہے اور وحی ان سے ایک بے قابو ہیجانی حالت میں صادر ہوتی ہے جسے وہ "Uncontrollable Excitement" کا نام دیتا ہے یعنی وحی، پیغمبر کی اپنی ذات سے صادر ہوتی ہے نہ کہ آسمان سے نازل شدہ۔ نولڈیکے کا کہنا ہے کہ پیغمبرِ اسلام نڈر اور بے باک طبیعت کے حامل ایک وژنری انسان تھے۔ غارِ حرا کی زاہدانہ ریاضتوں نے ان کے دماغ کو جلا بخش دی تھی اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کے منکرین کی مخالفت نے ان میں ایک چڑان کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ پیغمبرِ اسلام یہودیت اور عیسایت کے بارے میں بنیادی معلومات پہلے ہی رکھتے تھے۔ وحی، جبرائیل اور کتاب جیسے تصورات سے ناواقف نہ تھے۔

ان حالات اور معلومات کے ساتھ پیغمبرِ اسلام سے وحی ایسے صادر ہوتی تھی جیسا کہ ایک شاعر کے سینے سے شعر نکلتا ہے۔ اگرچہ شاعر اپنے شعر کو ذاتی تخلیق سمجھتا ہے لیکن پیغمبر اسلام اپنی ذات سے صادر ہونے والے کلام کا صحیح تجزیہ نہ کر پائے اور جو کلام ان سے حالات کے تقاضوں کے تحت صادر ہوا تھا، اسے اپنی زاہدانہ طبیعت اور بھولپن کے باعث اللہ کی طرف سے نازل شدہ وحی سمجھ بیٹھے۔ نولڈیکے لکھتا ہے:

> "*How these revelations actually arose in Muhammad's mind is a question which is almost as idle to discuss as it would be to analyze the workings of the mind of a poet. In His early career, sometimes*

perhaps in its later stages also, many revelations must have burst from him in uncontrollable excitement, so that He could not possibly regard them otherwise then as divine inspirations".[7]

قرآن مجید کی جمع وتدوین پر شکوک و شبہات پیدا کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جمعِ قرآن کے وقت یا تو حضرت زید سے کچھ آیات اور کچھ سورتیں پوشیدہ رہ گئیں یا پھر انہوں نے اپنے بڑوں کی فرمانبرداری میں کچھ ایسے دشمنانِ اسلام کا ذکر قرآن مجید سے نکال دیا جو بعد میں اسلام لے آئے تھے:

"Othman's Quran was not complete, some passages are evidently fragmentary, and a few detached passages are still extant which parts of Quran were originally. Although they have been omitted b Zaid".[8]

تھیوڈور نولڈیکے نے "Geschichte des Quran"(تاریخ قرآن)[9] کے علاوہ "Mohammad's leben" (محمد کی زندگی)، "Sketches from Eastren Histry" "ساسانیوں کی حکومت میں ایرانیوں اور عرب کی تاریخ"، عرب شعراء کے اشعار اور عربی نحو پر کچھ تالیفات کے علاوہ ایک آرٹیکل[10] "Hatte Muhammad Christliche Lehrer?" "کیا حضرت محمدؐ کے کوئی مسیحی رہنما اور استاد تھے؟" اور انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں آرٹیکل "The Quran" تصنیف کیا۔

مستشرقین کی تالیفات میں سے سب سے اہم تھیوڈور نولڈیکے کی کتاب "Geschichte des Quran" (تاریخ قرآن)[11] ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصہ میں حضرت محمد ﷺ کے بطور پیامبر اور ان کی تعلیم کے منابع و مصادر کے حوالے سے بحث ہوئی ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کی نبوت، یہودی اور مسیحی اثرات، تحریری اور زبانی منابع، قدیم عرب میں پڑھنے اور لکھنے کا رواج، رسول اکرم ﷺ کا زید بن عمرو اور امیہ ابن ابی الصلت کے ساتھ ارتباط اور اسلام پر کفر اور شرک کے اثرات قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ پر وحی کا نزول، وحی کی اقسام، وحی کی مدت اور اس کے مختلف نام، انقطاعِ وحی، ہیجانی حالت، آپ ﷺ کے فرضی اور خیالی معلم اور رہنما، عبارتوں کا تکرار، قرآن کا سابقہ انبیاء کی وحی کے ساتھ ربط کا ذکر ہے۔

مؤلف نے اس حصہ میں مکی سورتوں کی ترتیب پر بھی اپنے نظریات بیان کئے ہیں۔ جس میں اس نے اسبابِ نزول پر کتب، تاریخ پر کتب میں تاریخِ طبری، سیرت ابنِ ہشام اور تاریخی و تفسیری روایات کا ذکر کیا ہے۔ ان مقدمات کو بیان کرنے کے بعد مؤلف سورتوں کو مکی اور مدنی میں تقسیم کرتے ہوئے مکی سورتوں کیلئے تین ادوار ذکر کرتا ہے۔ مؤلف اس تقسیم بندی کے لیے سورتوں اور آیات کا لحن اور رسول اکرم ﷺ کا یہود و نصاریٰ سے رابطہ بیان کرتا ہے۔

نولڈیکے نے مکی سورتوں کے پہلے دورہ میں چھوٹی سورتوں کو شامل کیا ہے۔ یہ سورتیں زمانی لحاظ سے اس طرح مرتب ہوئی ہیں: علق، مدّثر، مسد، قریش، کوثر، هُمزة، ماعون، تکاثر، فیل، لیل، بلد، انشراح، ضحی، قدر، طارق، شمس، عَبَس، قلم، أعلی، تین، عصر، بروج، مزمّل، قارعه، زلزال، انفطار، تکویر، نجم، انشقاق، عادیات، نازعات، مرسلات، نبأ، فجر، قیامة، مطفّفین، حاقة، ذاریات، طور، واقعة، مَعارج، رحمن، توحید، کافرون، فلق، ناس، فاتحة۔

مکی سورتوں کے دوسرے دورے میں نولڈیکے نے بیان کیا ہے کہ اس دورہ میں لمبی سورتیں اور داستانِ انبیاء پر مشتمل سورتیں شامل ہیں اور ان سورتوں میں کلمہ "الرحمٰن" پہلی مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ سورتوں کے نام یہ ہیں: قمر، صافات، نوح، انسان، دخان، ق، طه، شُعَراء، حجر، مریم، ص، یس، زخرف، جن، مُلک، مؤمنون، انبیاء، فرقان، إسراء، نمل،

کهف۔

مکی سورتوں کے تیسرے دورے میں جو سورتیں ہیں ان کی ترتیب کی وجہ یہ ہے کہ ان سورتوں میں کلمہ "الرحمٰن" کا ذکر نہیں ہوا ہے۔ بے شک انبیاء کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ ان سورتوں کے نام یہ ہیں: سَجده، فصّلت، جاثیه، نحل، روم، هود، ابراهیم، یوسف، مومن، قصص، زمر، عنکبوت، لقمان، شوری، یونس، سبأ، اعراف، احقاف، ملائکه، انعام، رعد۔

ان مباحث کے بعد والا حصہ مدنی سورتوں اور ان کی خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان سورتوں میں زیادہ تر فقہی اور شرعی قواعد بیان ہوئے ہیں۔مدنی سورتوں میں "یا ایها الناس" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے جبکہ مکی سورتوں میں آیات "یا ایهاالذین امنوا" سے شروع ہوئی ہیں۔مدنی سورتیں درج ذیل ہیں: بقرة، بینة، تغابن، جمعة، انفال، محمّد، آل عمران، صف، حدید، نساء، طلاق، حشر، احزاب، منافقون، نور، مجادلة، حج، فتح، تحریم، ممتحنة، نصر، حجرات، توبة، مائدة۔

اس حصہ کے آخر میں ان آیات اور وحی کا بیان ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہوا ہے۔نولڈیکے نے اس حصہ میں قراءت، وحی قرآنی اور غیر قرآنی میں فرق، نسخ اور اس کی اقسام کو بھی ذکر کیا ہے۔اہل سنت کے بنیادی مصادر سے استفادہ کرتے ہوئے اُن تمام موارد کا ذکر کیا ہے جو پیغمبر ﷺ پر نازل ہوئے لیکن قرآن میں شامل نہیں ہیں۔وہ ان موارد کے متن کو عربی خط میں نقل کرتا ہے اور پھر جرمن زبان میں ترجمہ کرتا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ درج ذیل مباحث پر مشتمل ہے: قرآن کی جمع آوری، رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں کاتبانِ وحی کے ذریعے وحی کی کتابت، جمع قرآن کا حضرت علیؑ کے ذریعے انجام پانا، تاریخ یعقوبی سے دیگر سورتوں کا ذکر، مسلمانوں کی مخالفت اور حضرت عثمانؓ کے ذریعے قرآن کا جمع ہونا، اسی وجہ سے ایک سورۃ کو النورین کا نام دیتا ہے اور اس طرح ذکر کرتا ہے کہ شیعہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کا جزء تھی لیکن حضرت عثمانؓ کے جمع کردہ قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہوا۔ مولف نے اس ضمیمے میں ایک فصل کو فقہ جعفریہ کی تفاسیر سے مخصوص کیا ہے۔ وہ قرآن کریم کی قدیم ترین شیعوں کی تفسیر کو امام محمد باقرؒ سے منسوب کرتا ہے۔

تیسرا حصہ تاریخ متنِ قرآن پر مشتمل ہے جس میں نولڈیکے نے اعراب کے بغیر قرآن کا متن، قرآنِ عثمان میں اغلاط، قرآنِ عثمان کے نسخے میں قراءتوں کا اختلاف، قراءت اور قُرّاء سے متعلق مصادر کی شناخت، تجوید کے اصول و ضوابط اور رسمِ عثمانی وغیرہ پر بحث کی ہے۔

"تاریخ قرآن" کے مصادر و منابع کے تین گروہ ہیں:

یہودی اور قدیم مسیحی مصادر: متنِ قرآن کی تاریخ بیان کرتے ہوئے تورات، تالمود، قدیم مسیحی روایات اور اناجیلِ اربعہ سے استفادہ کرتا ہے۔قرآن مجید کا منبع و مصدر عہدِ قدیم اور عہدِ جدید میں ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مؤلف نے اس بحث میں بیان شدہ مصادر کے علاوہ علامہ بلاذریؒ، طبریؒ، زمخشریؒ اور امام سیوطیؒ کی تصنیفات سے استفادہ کیا ہے۔

آثارِ مستشرقین: اس کتاب کی تألیف میں اسلام شناس مستشرقین کی تحقیقات سے استفادہ کیا گیا اور ان کے اقوال اور آراء محفوظ کی گئی ہیں۔

اسلامی مصادر: تقریباً ستر فیصد مصادر و منابع کے مؤلفین اسلامی ہیں، ان آثار میں امام ابنِ جزریؒ، محمد بن جریر طبریؒ، ابن ہشامؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، مکی بن ابی طالب قیسیؒ اور امام سیوطیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

تھیوڈور نولڈیکے کے متنِ قرآنِ کریم پر شبہات کا جائزہ:

نولڈیکے کی تحقیق کے بڑے موضوعات میں سے قرآن مجید کی حفاظت، جمع وتدوین، سبعہ احرف، حروفِ مقطعات، نظم و مناسبت اور ترتیبِ قرآنی ہیں۔ بعض لوگوں کے ہاں وہ پہلا مستشرق ہے جس نے متن قرآن پر اعتراضات کا رسمی اور باقاعدہ دروازہ کھولا ہے۔[12] اس تحقیقی مقالہ میں چند ضروری اور اہم اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

تھیوڈور نولڈیکے کے قرآن مجید کی حفاظت اور جمع وتدوین پر شبہات کا جائزہ:

تھیوڈور نولڈیکے متن قرآنِ کریم پر اعتراضات کرتے ہوئے کہتا ہے کہ محمد ﷺ کو کبھی بھی خیال نہیں آیا ہو گا کہ وحی کو احاطہ تحریر میں لے آئے کیوں کہ وہ خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اس لیے صرف حفظ پر انحصار سے قرآن محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔[13] مصحف صدیقی سے پہلے قرآن مجید کا کوئی نسخہ ترتیب نہیں دیا گیا تھا اور مصحف عثمانی مصحف صدیقی کی نقل ہی تھا۔[14] مزید یہ کہ حضرت عثمانؓ کی جمع قرآن کی ساری مساعی سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے تھی:

> *"The destruction of the earlier codics was an irreparable loss to criticism; but for the essentially political object of putting an end to controversies by admitting only one from of the common book religion and of law, this measure was necessary."*[15]

پھر ہمارے پاس حضرت عثمانؓ کے تدوینِ قرآن سے متعلق قابلِ اعتماد معلومات بھی نہیں ہیں:

> *"The result of these labours is in our hands; as to how they were conducted we have no trustworthy information, tradition being here too much under the influence of dogmatic presupposition."*[16]

لیکن جتنی معلومات ہیں وہ بتاتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے نسخے کے علاوہ صحابہ کرام کے صحائف لے کر جلوا کر قرآن کا ایک حصہ ضائع کر دیا اب اصل متنِ قرآن کا حصول ناممکن ہے۔[17] لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حضور مکرم ﷺ نے قرآن کی حفاظت تحریر وصدور دونوں طریقوں سے کی۔ سینوں میں محفوظ ہونے کا اللہ تعالیٰ نے خود ذکر کیا ہے:

"بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ"[18]

میدانِ احد میں شہداء کو دفن کرتے ہوئے حضور ﷺ صحابہ کرام سے پوچھتے کہ ان میں سے قرآن زیادہ کسے حفظ تھا:

"أَيُّهُمْ أَكْثَرُ قُرْآنًا"[19]

واقعہ بیرِ معونہ میں ستر حفاظ کرام کی بطور معلّمین تقرری اور شہادت، مسیلمہ کذاب سے لڑائی میں ستر حفاظ کی شہادت بتاتی ہے کہ حفاظ صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اسی طرح قرآن کو تحریری طور پر بھی محفوظ کیا جاتا۔ اللہ کریم خود کئی مرتبہ ذکر کرتے ہیں:

"إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ"[20]

"إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ"[21]

"وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ"[22]

"بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ"[23]

آپ ﷺ قرآن کے ہر نازل ہونے والے حصے کو احاطہ تحریر میں لانے کے لیے فوری اقدامات کرتے۔ صحیح البخاری میں ہے کہ جب آیات "لاَ يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ" نازل ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ زید کو بلاؤ کہ وہ قلم، دوات اور تختی لے کر آئے اور آیات تحریر کرے۔[24]

اسی طرح حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا کہ آیات "إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ" کو فلاں سورت میں فلاں مقام پر درج کرو۔[25]

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ معمول کے مطابق جب بھی آیات کا نزول ہوتا تو کاتبین میں سے کسی ایک کو بلاتے اور کہتے کہ یہ آیات فلاں سورت میں وہاں لکھو، جہاں ایسا ایسا ذکر ہے۔[26]

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیت "وَاتَّقُوا يَوْماً تُرْجَعُونَ" نازل ہوئی تو جبریلؑ نے حضور ﷺ کو کہا کہ اس آیت کو سورت البقرۃ کی ۲۸۰ آیات کے بعد لکھو۔[27]

صحیح البخاری میں ایک عراقی آدمی کے مصحفِ عائشہؓ کی زیارت کے لیے مدینہ سفر کرنے کا بھی ذکر ہے۔[28]

حضرت عمرو بن العاصؓ اپنے جمع کردہ قرآن سے متعلق کہتے ہیں کہ اس کی ہر رات تلاوت کرتا تھا، حضور ﷺ کو معلوم ہونے پر انہوں نے ایک مہینہ میں ختم کرنے کا مشورہ دیا۔[29]

تحریری نسخوں کو حضور ﷺ دشمن کے علاقوں میں لے جانے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دشمن لے علاقوں میں قرآن لے کر جانے سے منع فرمایا۔[30]

آپ ﷺ نے ان صحائف کو وراثتاً چھوڑنے والوں کے لیے صدقہ جاریہ قرار دیا۔

"إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ"[31]

یہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تحریر و صدور دونوں طریقوں سے قرآن کریم کی حفاظت کا بندوبست فرمایا لہٰذا مستشرقین کے اعتراضات اسلام دشمنی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس تفصیل سے نولڈیکے کے اس اعتراض کا بھی جواب مل جاتا ہے کہ جنگِ یمامہ عہدِ صدیقی میں قرآن کی جمع و تدوین کا سبب بنی اور حفاظ کی شہادتوں نے قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع کر دیا۔[32] لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن صرف سینوں میں ہی محفوظ نہیں تھا بلکہ تحریری نسخے ایک بڑی تعداد میں موجود تھے۔

نزولِ قرآن کے وقت ترتیب توقیفی کی بنا پر ایک ترتیب سے قرآن لکھنا ممکن نہیں تھا، اس لیے عہد صدیقی میں یہ کارنامہ سرانجام پایا کہ سرکاری لیول پر ایک نسخہ مرتب کر دیا گیا اور صرف انہیں نسخوں کو بنیاد بنایا گیا جو حضور ﷺ نے خود لکھوائے تھے اور صحابہ کرامؓ کے وہ نسخے جو انہوں نے عرصہ اخیرہ میں حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے تھے اور پھر ان نسخوں پر بھی دو دو گواہیاں طلب کی گئی تھیں کہ قرآن کریم کا یہ حصہ حضور ﷺ کی موجودگی میں لکھا گیا ہے یا حضور ﷺ کو دکھا کر اس حصہ کی تصحیح کی گئی ہے اور خود انہوں نے یہ حصہ آپ ﷺ سے سنا ہے[33] اور پھر ان گواہیوں پر حضرت عمرؓ اور حضرت زیدؓ دونوں گواہی دیتے تھے کہ قرآن کریم کا یہ حصہ عرضہ اخیرہ میں پیش شدہ ہے یعنی حضور ﷺ کے وصال کے سال حضور ﷺ

سے سن کر یاد کیا ہوا ہے:

"أَنَّهُمَا يَشْهَدَانِ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ مِمَّا عُرِضَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ عَامَ وَفَاتِهِ"[34]

سورۃ التوبہ کی آخری آیات جو صرف حضرت ابو خزیمہؓ سے ملی تھیں، ایک طرف حضرت ابو خزیمہؓ کی گواہی کو حضور ﷺ نے دو گواہوں کے برابر قرار دیا ہوا تھا اور دوسری طرف کمیٹی کے سربراہ حضرت زیدؓ اور سینئر ممبر حضرت عمر فاروقؓ کی گواہیاں "فَقَدِ اجْتَمَعَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو خُزَيْمَةَ وعمر" بھی ان آیات کی تائید میں تھیں۔[35] اس طرح قرآن کریم کا سرکاری نسخہ تیار ہوا۔

عہدِ عثمانی میں تدوینِ نو کے مقاصد اور سبعہ احرف پر تھیوڈور نولڈیکے کے شبہات کا جائزہ:

حضرت عثمانؓ کو قرآن کی تدوینِ نو کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ نولڈیکے اس کو سیاسی مقاصد کے حصول کا سبب قرار دیتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اس سلسلے میں قرآن کے کئی حصے ضائع کر دیئے اور اپنی اس کاروائی کو چھپانے کے لیے باقی تمام نسخے جلوا دیئے، للذا اب قرآن نامکمل ہے، وہ لکھتا ہے:

> *"Othmans's Koran was not complete. Some passages are evidently fragmentary; and a few detached pieces are still extant which was originally part of the Koran, although they have been omitted by zaid. Amongst these are some which there is no reason to suppose Mohammad desired to suppress".* [36]

پہلی بات یہ ہے کہ عہدِ صدیقی میں تیار مصحف کی شکل یہ تھی کہ الگ الگ سورتوں کو جمع کیا گیا تھا تو عہدِ عثمانی میں ایک جلد میں مصحف تیار ہوا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے آذر بائیجان کے محاذ پر ہونے والے قراءت کے اختلاف کا حضرت عثمانؓ کے پاس ذکر کیا تو حضرت عثمانؓ نے عہدِ صدیقی میں جمع کئے گئے قرآن کے اجزاء حضرت حفصہؓ سے منگوائے اور حضرت زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبد الرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم پر مشتمل کمیٹی کے سپرد کرتے ہوئے کہا کہ ان کی نقول تیار کرو لیکن اختلافی قراءات لغتِ قریش میں لکھی جائیں۔ نئی نقول کی تیاری کے بعد حضرت حفصہؓ کے نسخے کے اجزاء ان کو واپس کر دیئے اور اپنے تیار کردہ نسخے مختلف علاقوں میں ارسال کئے اور ساتھ اس علاقے کی قراءت کو سمجھنے والا قاری بھی بھیجا۔ دیگر ایسے اجزاء کو جلانے کا حکم دیا جن میں تفسیری نکات اور دعائیں وغیرہ بھی متن کے ساتھ ہی لکھی ہوئیں تھیں تاکہ بعد کے ادوار کے لوگ ان تفسیری نکات اور دعاؤں وغیرہ کو قرآن کا حصہ نہ سمجھ بیٹھیں۔ اس ساری بحث کو حضرت انس بن مالکؓ تفصیلاً ذکر کرتے ہیں:

"أَنَّ حُذَيْفَةَ بْنَ اليَمَانِ، قَدِمَ عَلَى عُثْمَانَ وَكَانَ يُغَازِي أَهْلَ الشَّأْمِ فِي فَتْحِ أَرْمِينِيَةَ، وَأَذْرَبِيجَانَ مَعَ أَهْلِ العِرَاقِ، فَأَفْزَعَ حُذَيْفَةَ اخْتِلاَفُهُمْ فِي القِرَاءَةِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ لِعُثْمَانَ: يَا أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ، أَدْرِكْ هَذِهِ الأُمَّةَ، قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الكِتَابِ اخْتِلاَفَ اليَهُودِ وَالنَّصَارَى، فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ: أَنْ أَرْسِلِي إِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِي المَصَاحِفِ، ثُمَّ نَرُدُّهَا إِلَيْكِ، فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةُ إِلَى عُثْمَانَ، فَأَمَرَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَسَعِيدَ بْنَ العَاصِ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَنَسَخُوهَا فِي المَصَاحِفِ"، وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ القُرَشِيِّينَ الثَّلاَثَةِ: إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ القُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ، فَفَعَلُوا حَتَّى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي المَصَاحِفِ، رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ، وَأَرْسَلَ

إِلَى كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُحْرَقَ"[37]

اب اگر حضرت عثمانؓ نے کسی قسم کی تبدیلی کر لی ہوتی تو کیا حفاظ کرام کی کثیر تعداد میں سے کسی کو بھی پتا نہ چلا؟ حالانکہ عہدِ صدیقی کا سرکاری نسخہ بھی حضرت حفصہؓ کے پاس واپس لوٹا دیا گیا تھا تو دونوں کا موازنہ کیا جا سکتا تھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا اپنا قول ہے: "فَلَمْ يَخْتَلِفَا فِي شَيْءٍ"[38] کہ حضرت حفصہؓ سے منگوائے گئے مصحف اور عہدِ عثمانی میں تحریر مصحف میں کچھ بھی اختلاف نہیں تھا۔

کچھ بھی اختلاف نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی الفاظ میں اختلاف نہ تھا، باقی قراءت تو الفاظ کی ادائیگی، تلفظ اور طرزِ کلام کا نام ہے۔ نازل شدہ الفاظ کی ادائیگی کے سات یا اس سے بھی زائد طریقے بتائے گئے تھے جو مختلف قبائل اور علاقوں میں طرزِ تکلم کے لحاظ سے تھے اور یہ طریقے حضور ﷺ سے متواتر طریقے سے ثابت ہیں۔[39] فرمانِ رسول ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، جو آسان لگے اس پر پڑھ لو:

"إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ"[40]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ نے مجھے قرآن مجید ایک حرف کے مطابق پڑھایا۔ میں نے ان سے مراجعت کی یعنی بار بار اس بات کو دہرایا کہ زیادہ حروف میں پڑھیں۔ پس وہ حروف کی تعداد بڑھاتے گئے یہاں تک کہ حروف کی تعداد سات تک پہنچ گئی:

"أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ"[41]

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ اپنے ایک لیکچر میں نہایت خوبصورت انداز سے بات سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں:

"مختلف قبائل کے کثیر تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے باعث لہجوں میں فرق کا ایک نیا سلسلہ پیدا ہوا جس کی شکل اردو اور انگریزی زبانوں جیسی تھی جو عام طور پر لکھنے میں ایک جیسی اور بولنے میں کچھ مختلف ہوتی تھی۔ جیساکہ اردو میں حیدرآباد دکن اور مشرقی یوپی کے لوگ انیس کو ونیس اور انتیس کو ونتیس کہتے ہیں۔ انگلستان میں often کو آفن اور امریکی آفٹن پڑھتے ہیں۔ اسی طرح Multi کو انگلستانی ملٹی اور امریکی ملٹائی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح عربوں کے قبائل کا ایک گروہ "ال" اور دوسرا گروہ "ام" بولتا ہے۔ مثلاً ایک "الحمد" اور دوسرا "امحمد" پڑھتا ہے۔[42] آپ ﷺ نے اپنی قوم کی مشکل دور کرنے کیلئے سات لہجوں میں (حروف) میں قرآن پڑھنے کی اجازت دی[43] اور قریشی لہجے پر اصرار نہ کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگ قریشی لہجے سے مانوس ہوتے چلے گئے۔"[44]

قرآن مجید میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی کیوں کہ فرمانِ الٰہی ہے:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ"[45]

اور کسی قسم کی کمی بیشی بھی نہیں ہو سکتی، اللہ کریم کا اعلان ہے:

"لايَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ"[46]

حروفِ مقطعات پر تھیوڈور نولڈیکے کے شبہات کا جائزہ:

نولڈیکے قرآنی حروفِ مقطعات پر شبہات کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت زیدؓ نے مختلف اصحاب سے قرآن

اکٹھے کئے تو نشانی کے طور پر ان کے صحف پر انہیں کے نام کے مخفف لکھ لیے مثلاً حضرت زبیرؓ کے مصحف پر "الر"، حضرت مغیرہؓ کے مصحف پر "المر"، حضرت طلحہؓ کے مصحف پر "طه"، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے مصحف پر "حم" اور "ن"، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے مصحف پر "کھیعص" وغیرہ لکھ لیا۔ پھر آہستہ آہستہ یہ الفاظ قرآن کا حصہ بن گئے۔ اسی وجہ سے ان الفاظ کا معنی مفہوم مسلمانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ کہتا ہے:

> *"They do not originate from Muhammad at all because it would indeed be strange if he had put such unintelligible signs in front of his revelations which, after all, were intended for everyone; but rather, they represent letters and clusters of letters, probably marks of possession, originating from the owners of the Koranic copies which were used in the first collection of Zayd bin Thabit, and which found their way into the final version of the Koran by mere carelessness. This is supported by the whole string of successive suras of different periods furnished with the sign حم, suggesting the idea that we are dealing here with a copy of the original that contained these suras in the identical order. Further, it would not be impossible that these letters were no more than monograms of the owner. The following abbreviations are conceivable: الر = al-Zubayer, المر = al- Mughira, طه = Talha, حم and ن = Abd al-Rehman, كهيعص = Abdullah bin Amar bin al-Aas, etc. But even the possibility of variant readings make everything uncertain".*[47]

لیکن بعد کے کئی مستشرقین نے اس نظریہ کی تردید کی کہ ایسے الفاظ کئی ایک مکی سورتوں کے آخر اور مدنی سورتوں کے آغاز میں ہیں، لہٰذا یہ سورتوں کی نشانی یا علامت کے طور پر ہیں۔ ایسے نظریات کے در آنے کے بعد نولڈیکے نے اتنا تو اعتراف کر لیا کہ یہ الفاظ وحی الٰہی کے کوئی مخفی اشارے ہیں لیکن ان کا مفہوم کچھ بھی نہیں ہے۔

حروفِ مقطعات کے حقائق سے پردہ کشائی کرتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حروف دراصل ان سورتوں کے نام اور عنوان ہیں، جن کے شروع میں آتے ہیں۔ یہ الفاظ پوری سورت کے مضامین کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ یہ پڑھنے والے کے لیے مضامین کی طرف مجمل اشارہ ہوتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"فالحروف المقطعات في أوائل السور أسماء لتلك السور بمعني أن تلك الحروف تدل علي معني اجمالي يدل عليه السورة تفصيلاً"[48]

یہ حروف ہمیشہ سورتوں کے آغاز میں آئے ہیں اور ان کے فوراً بعد اسماء اشارہ "ذلك"، "تلك" وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ مثلاً:

"الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ"[49]

"الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُبِينٍ"[50]

"طسم تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ"[51]

"الم تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ"[52]

اسماءِ اشارہ "ذلك"، "تلك" ماقبل کی طرف اشارہ کرتے ہیں یعنی ان الفاظ کا مشار الیہ حروفِ مقطعات ہیں۔ لہٰذا آیتِ کریمہ "الم تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ" کا ترجمہ "الم، یہ کتابِ حکیم کی آیتیں ہیں" ہوگا۔ یعنی یہ سورت الم ہے اور یہ کتابِ حکیم کی آیتیں ہیں۔ ان حروف کا سورتوں کے مضامین کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مثلاً ایک سورۃ "ن" ہے اور "ن" کا معنی مچھلی ہے اور اس سورۃ کا مرکزی موضوع صاحب الحوت حضرت یونسؑ کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح چار سورتیں حرفِ مقطعات "ط" (طه، طسم، طس اور طسم) سے شروع ہوتی ہیں۔ "ط" عبرانی زبان میں سانپ کو کہتے ہیں اور اس کی شکل بھی سانپ جیسی ہے۔ ان تمام سورتوں میں حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں عصا کا سانپ بننے کا تذکرہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے احوال کئی اور سورتوں میں بھی بیان ہیں لیکن وہاں عصا کے سانپ بننے کا ذکر نہیں ہے۔ صرف سورۃ الاعراف میں دیگر انبیاء کرام کے قصص کے ساتھ تبعاً حضرت موسیٰؑ کے عصا کا ذکر آیا ہے۔[53] دیگر حروف مقطعات بھی ایسے ہی با معنی ہیں۔

نولڈیکے کے اعتراض کے مطابق اگر یہ الفاظ بے معنی ہوتے تو حضور ﷺ اہلِ یہود سے ان الفاظ کے مفاہیم پر کبھی بھی گفتگو نہ کرتے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابو یاسر بن اخطب یہودی رسول اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت "الم ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ" پڑھ رہے تھے۔ ابو یاسر یہ سن کر اپنے بھائی حی بن اخطب کے پاس آیا۔ اس کے پاس چند یہودی جمع تھے۔ ابو یاسر نے کہا سنو! واللہ میں نے محمد ﷺ کو پڑھتے سنا ہے "الم ذَلِكَ الْكِتَابُ" یہود نے کہا کہ کیا تم نے خود سنا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ حیَّ بن اخطب یہود کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: اے محمد ﷺ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے اوپر منزّل مِنَ اللہ کتاب میں "الم ذَلِكَ الْكِتَابُ" پڑھتے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا جبریل اس کو تمہارے پاس لائے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حیَّ بن اخطب نے یہود کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ الف کا ایک اور لام کے تیس اور میم کے چالیس، یہ سب اکہتر سال ہوئے۔ کیا تم اس دین میں داخل ہونا چاہتے ہو جس کی مدت صرف اکہتر سال ہے۔ اس نے کہا کہ اے محمد "الم" کے ساتھ اور بھی کچھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں "المص" ہے۔ اُس نے کہا واللہ یہ تو سخت ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، صاد کے نوّے۔ یہ سب ایک سو اکسٹھ ہوئے۔ اے محمد اس کے ساتھ کچھ اور ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ہے "الر"۔ اُس نے کہا یہ اور بھی ثقیل ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس، را کے دو سو، یہ سب دو سو اکتیس ہوئے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہے؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں ہے "المر"۔ اُس نے کہا یہ تو اس سے بھی طویل اور ثقیل ہے۔ الف کا ایک، لام کے تیس، میم کے چالیس، را کے دو سو۔ یہ سب دو سو اکہتر ہیں۔ اے محمد ﷺ تمہارے امر کا ہم کو پتہ نہیں چلتا کہ ان میں سے تمہاری کون سی مدت ہے؟ تھوڑی یا بہت۔ پھر وہ سب کھڑے ہو گئے اور ابو یاسر نے اپنے بھائی حیَّ بن اخطب سے کہا کہ شائد ان سب کا مجموعہ محمد کی سلطنت کی مدت ہو جو سات سو چونتیس سال ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ تمہارا یہ حال ہم پر متشابہ ہو گیا۔[54]

حضور ﷺ کی اہلِ یہود کے ساتھ یہ بحث ثابت کرتی ہے کہ اِن حروف کا مدعا و مقصود ضرور ہے جسے آپ ﷺ نے اہلِ یہود پر واضح نہیں کیا لیکن وہ جو پوچھتے رہے آپ انہیں بتاتے رہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب نے ان حروف کو قرآن مجید کا راز اور اسرارِ الٰہیہ قرار دیا ہے:

"عن أبي بكر: في كل كتاب سر وسر الله في القرآن أوائل السور وعن علي: أن لكل كتاب صفوة،

وصفوة هذا الكتاب حروف التهجي"[55]

انتیس سورتوں کے آغاز میں آنے والے اِن چودہ حروف کو کسی اہل علم نے ایسے الفاظ میں جمع کر دیا ہے جس کا مفہوم بھی یہ ہے کہ دانشمند کی عبارت قطعی ہوتی ہے اور اس میں کوئی نہ کوئی راز ضرور ہوتا ہے:

"نَصٌّ حَكِيمٌ قَاطِعٌ لَهُ سِرٌّ"[56]

ترتیبِ قرآنی اور نظم و مناسبت پر تھیوڈور نولڈیکے کے شبہات کا جائزہ:

نولڈیکے آیات اور سورتوں کی ترتیب توقیفی اور ان میں ربط کا قائل نہیں ہے۔ ان کے نظریے کے مطابق بڑی سورتوں سے چھوٹی سورتوں کے لحاظ قرآن ترتیب دیا گیا، لہٰذا آیاتِ قرآنی کا آپس میں کوئی ربط نہیں ہے اور ہر آیت مختلف موضوع پر مشتمل ہے۔ کسی بھی سورت میں تمام آیات ایک موضوع پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں۔ نولڈیکے کے مطابق قرآن کریم فصاحت اور بلاغت میں بے مثال ہے لیکن قرآنی آیات اور داستانوں میں ربط اور تسلسل موجود نہیں ہے۔[57]

لیکن یہ اعتراض صرف وہی کرتے ہیں جو قرآن مجید میں غوطہ زن نہیں ہوتے بلکہ سرسری نگاہ دوڑاتے ہیں۔ کئی مفسرینِ کرام نے اسی منہج کے تحت تفاسیر لکھی ہیں کہ قرآن کا ہر لفظ، ہر آیت اور ہر سورت تسبیح میں جڑے دانوں اور ہار میں جڑے موتیوں کی طرح ایک دوسرے سے مربوط اور باہم متعلق ہیں۔ امام بقاعیؒ نے "نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور" میں قرآن مجید کی آیات اور سور میں تعلق کی معرفت کے حصول پر زور دیا ہے۔[58] مولانا حمید الدین فراہیؒ علمِ مناسبت کے تذکرہ میں کہتے ہیں کہ کسی بھی سورۃ کے اجزاء ایسے باہم مربوط و منظّم ہیں کہ پوری سورۃ ایک ہی مرکزی مضمون کے تحت وحدت میں ڈھلی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ایک سورت دوسری سورت سے مربوط ہے۔ اول تا آخر پورا قرآن ایسی ترتیب و مناسبت سے کامل وحدت سے متصف ہے۔ اس ادراک کے بعد ہی کلام کا حسن و جمال واضح ہوتا ہے۔[59] یہاں چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں جن پر غور کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی۔

1. آیات کے اجزاء معنوی طور پر اپنے موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں، مثلاً سورۃ ابراہیم اور سورۃ النحل کی آیات کا تجزیہ کریں:

"وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ"[60]

"وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ"[61]

سورۃ ابراہیم میں انسانی صفات کا تذکرہ ہے تو اختتام بھی انسانی صفات پر ہو رہا ہے لیکن سورۃ النحل میں خدائی صفات کا ذکر ہے تو اختتام بھی خدائی صفات پر ہو رہا ہے۔

2. قرآن مجید کی سورتیں ایک موضوع رکھتی ہیں مثلاً سورۃ المؤمنون کا آغاز "قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ"[62] اور اختتام "إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ"[63] پر ہو رہا ہے جس سے پورے موضوع کی ترتیب و مناسبت واضح دکھائی دیتی ہے۔

3. موضوع تبدیل کئے بغیر اگلی سورت کا آغاز ہو جاتا ہے، مثلاً سورۃ الطور کا اختتام "وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ"[64] اور سورۃ النجم کا آغاز "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى"[65] سے ہو رہا ہے۔

درج بالا امثلہ قرآن میں نظم و مناسبت کی موجودگی پر دلالت کرتے ہوئے واضح کرتی ہیں کہ نولڈیکے کے شبہات خلافِ حقیقت ہیں اور یہ اعتراض عقل و فطرت کے بھی خلاف ہیں کیونکہ بے ترتیب آیات یا سورتوں کی تلاوت کی جا سکتی ہے نہ

حفظاً محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام کا عرضہ اخیرہ میں قرآن مجید کی تلاوت کی سماعت سے اپنے مصحف کا حضور ﷺ کے تلاوت کردہ الفاظ سے تقابل کرنا بغیر قرآنی ترتیب کے ممکن نہیں تھا۔ دوسری طرف یہ بات بھی عقل و فطرت کے خلاف ہے کہ قرآن کی ترتیب بڑی سورتوں سے چھوٹی سورتوں کے لحاظ سے ہے۔ دیکھیں کہ سورۃ مریم کی آیات ۹۸ جبکہ سورۃ طٰہٰ کی ۱۳۵ ہیں۔ سورۃ الحج کی ۷۸ اور سورۃ المؤمنون کی ۱۱۸ ہیں۔ سورۃ النور کی ۶۴ جبکہ سورۃ الفرقان کی ۷۷ ہیں۔ ایسی ہی بیسیوں امثلہ اور ہیں۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات، سورۃ الکہف کی پہلی اور آخری دس آیات اور سورۃ الحشر کی آخری تین آیات وغیرہ کا مختلف اوقات میں تذکرہ فرمانا بھی قرآن مجید کی ترتیب توقیفی پر دلالت کرتا ہے۔

امام رازیؒ آیات کی ترتیب اور نظم کے حوالے سورۃ البقرۃ کی تشریح و توضیح میں لکھتے ہیں کہ جو شخص اس سورت کے نظم کے لطائف اور اس کی ترتیب کی انفرادیت پر غور کرے گا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید جیسے اپنے الفاظ کی فصاحت اور اپنے معانی کی بلاغت کے اعتبار سے معجزہ ہے، ایسے ہی اپنی ترتیب اور آیات کے نظم کے اعتبار سے معجزہ ہے:

"وَمَنْ تَأَمَّلَ فِي لَطَائِفِ نَظْمِ هَذِهِ السُّورَةِ وَفِي بَدَائِعِ تَرْتِيبِهَا عَلِمَ أَنَّ الْقُرْآنَ كَمَا أَنَّهُ مُعْجِزٌ بِحَسَبِ فَصَاحَةِ أَلْفَاظِهِ وَشَرَفِ مَعَانِيهِ، فَهُوَ أَيْضًا مُعْجِزٌ بِحَسَبِ تَرْتِيبِهِ وَنَظْمِ آيَاتِهِ"[66]

نولڈیکے خود بھی قبول کرتا ہے کہ سورتوں کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے مرتب کرنا اب ناممکن ہے اور جو ترتیب اس نے لگائی ہے کہ مکی سورتوں کو تین ادوار میں تقسیم اور باقی سورتوں کو مدنی قرار دیا ہے، وہ بھی ظن پر محمول ہے، للٰذا درج بالا عقلی اور نقلی دلائل ثابت کرتے ہیں کہ نولڈیکے کے اعتراضات حقیقت کے متضاد ہیں۔

نتائج البحث:

انیسوی صدی عیسوی میں مغربی دنیا میں اسلام پر تحقیق کے بڑے مراکز قائم ہوئے جن میں شریعتِ اسلامیہ کا منبع و مصدر ہونے کی بنا پر قرآن کریم کو خاص موضوع تحقیق بنایا گیا۔ جرمن مستشرقین کا خاص دلچسپی کا موضوع بھی یہی تھا۔ ۱۸۵۶ء میں ایک جرمن مستشرق تھیوڈور نولڈیکے نے تاریخِ قرآن پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۶۰ میں اس کی یہ تحقیق جرمن زبان میں "Geschichte des Quran" (تاریخِ قرآن) شائع ہوئی، جسے ایک طرف تحریک استشراق کی طرف سے سراہا گیا، دوسری طرف مصنف سرکاری انعام و کرام کا حق دار قرار پایا۔ نولڈیکے نے انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں اپنی اس تحقیق کو مختصر مگر جامع انداز سے "The Quran" کے عنوان سے ایک آرٹیکل میں پیش کیا۔ نولڈیکے کی تحقیق کے بڑے موضوعات میں سے قرآن مجید کی حفاظت، جمع وتدوین، سبعہ احرف، حروفِ مقطعات، نظم و مناسبت اور ترتیبِ قرآنی ہیں۔

نولڈیکے کا خیال ہے کہ قرآن مجید کی تدوین پہلی مرتبہ عہدِ صدیقی میں ہوئی جس سے پہلے حفاظت کا انحصار صرف حفظ پر تھا جو ناقابلِ اعتبار ہے۔ حضرت عثمانؓ نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے قرآن کی تدوین کی جس کی قابلِ اعتبار معلومات ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔ انہوں نے باقی صحائف جلوا کر قرآن کا ایک حصہ ضائع کر دیا، لٰہذا اب اصل متنِ قرآن کا حصول ناممکن ہے لیکن واقعہ بیئر معونہ اور مسیلمہ کذاب سے لڑائی میں ستر ستر حفاظ کی شہادت بتاتی ہے کہ حفاظ اصحابِ رسول کثیر تعداد میں تھے۔ چالیس سے زائد کاتبینِ وحی تھے جن سے نزول شدہ قرآن لکھوایا جاتا تھا۔ صحابہ کرام کے اپنے نسخے بھی موجود تھے۔ حضور مکرم ﷺ نے ایک طرف قرآن کے حفظ کی طرف توجہ دلائی تو دوسری طرف صحائف کو وراثتاً چھوڑنے والوں کے لیے صدقہ جاریہ قرار دیا۔

عہدِ صدیقی میں عرضہ اخیرہ میں حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے جانے والے صحف اور ان صحف پر مزید دو دو گواہیاں طلب کرکے سرکاری صحف تیار کیا گیا تھا جس پر تدوینی کمیٹی کے ممبران کے اپنے صحف اور ان کی یادداشت کی گواہیاں بھی ثبت ہوتی تھیں۔

عہدِ عثمانی کی جمع و تدوین میں صرف اختلافی قراءت کو قریشی قراءت میں لکھا تھا، پھر اس کی کاپیاں بنوا کر مختلف علاقوں میں روانہ کی تھیں۔ کئی اصحاب نے اپنے صحف کے ساتھ تفسیری نکات اور دعائیں بھی متن کے ساتھ لکھی ہوئیں تھیں۔ ایسے نسخے جلوانے کا مقصد بعد کے ادوار میں ان نوٹس کو قرآنی متن سمجھے جانے کے خوف سے تھا۔

نولڈیکے سبعہ احرف سے متعلق بھی شکوک و شبہات کا شکار ہے حالانکہ سبعہ احرف سے متعلق حضور ﷺ کے واضح فرامین موجود ہیں اور یہ قراءات آج بھی اطرافِ دنیا میں مروّج ہیں۔ الفاظ کی ادائیگی کا مسئلہ دیگر زبانوں کو بھی درپیش ہے مثلاً حیدرآباد دکن اور مشرقی یوپی کے لوگ انیس کو ونیس، انگلستان کے باشندے Often کو آفن اور امریکی آفٹن، عربوں کا ایک قبیلہ ال جبکہ دوسرا اسے ام پڑھتا ہے۔ ایسے ہی قرآنی الفاظ کی ادائیگی کا مسئلہ ہے جس کی آپ ﷺ نے حکمِ الٰہی سے اجازت عطا فرمائی۔

نولڈیکے حروفِ مقطعات کو پہلے مختلف اصحاب کے مصحف کی نشانی سمجھتا تھا، پھر دیگر مستشرقین کی تردید کی بنا پر وحی کا حصہ تو سمجھنے لگا لیکن کہتا ہے کہ یہ ایسے الفاظ ہیں جو کوئی معنی مفہوم نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان الفاظ کے بعد اکثر اسماء اشارہ "ذلك" اور "تلك" وغیرہ آئے ہیں جن کا اشارہ ماقبل کی طرف ہوتا ہے لہٰذا یہ الفاظ سورتوں کے نام اور عنوان ہیں اور یہ الفاظ ان سورتوں کے مضامین کا مجمل اشارہ ہیں۔ جیسے "ن" کا معنی مچھلی ہے اور اس سورۃ میں صاحب الحوت حضرت یونسؑ کا تذکرہ ہے، وغیرہ وغیرہ۔

نولڈیکے قرآن میں نظم و مناسبت کا بھی قائل نہیں ہے کہتا ہے کہ قرآن کی ترتیب نزولی نہ ہونے کی بنا پر اب قرآن کے مضامین آگے پیچھے ہونے کی بنا پر تفہیم مشکل ہو چکی ہے۔ حالانکہ پورا قرآن ایک وحدت میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ تمام الفاظ آپس میں ہار میں جڑے موتیوں کی طرح مربوط ہیں، کیونکہ قرآن کی ترتیب خدائی ترتیب ہے جو حضور ﷺ نے اپنے اصحاب سے لگوائی تھی، مثلاً سورۃ المؤمنون کا آغاز مومنوں کی فلاح اور اختتام کافروں کے فلاح نہ پانے پر ہو رہا ہے یعنی پوری سورت ایک ہی موضوع اور وحدت میں ڈھلی ہوئی ہے۔ سورۃ الطور کا اختتام نجوم کی بحث پر اور اگلی سورت سورۃ النجم کا آغاز نجوم کی بحث کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ دورِ نبوی میں کوئی ترتیب تھی تو حضورؐ نے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات، سورۃ الکہف کی پہلی اور آخری دس آیات، سورۃ الحشر کی آخری تین آیات وغیرہ کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اگر بڑی سے چھوٹی سورتوں کے لحاظ سے ترتیب لگائی گئی ہوتی تو سورۃ مریم آیات ۹۸ پہلے اور سورۃ طٰہٰ آیات ۱۳۵ بعد میں نہ ہوتی۔ ایسے ہی سورۃ الحج آیات ۷۲ پہلے اور سورۃ المؤمنون آیات ۱۱۸ بعد میں نہ ہوتی۔

نولڈیکے کے اعتراضات اور شبہات کا تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ مستشرقین کی تحقیق سطحی قسم کی ہے جس کا مقصد صرف شکوک و شبہات کو جنم دینا ہے نہ کہ مثبت تحقیقی عمل کو آگے بڑھانا۔ قرآن کریم خدائی ہدایت ہے جس سے دنیا روشنی حاصل کرتی رہے گی اور یہ چراغ پھونکوں سے بجھایا نہ جائے گا۔

سفارشات:

1. پاکستان میں تحریکِ استشراق کے حوالے سے بہت کام ہوا ہے مگر جرمن تحریکِ استشراق پر کام کی اب بھی

ضرورت ہے کیوں کہ دو اہم ترین مستشرقین جوزف شاخت اور تھیوڈور نولڈیکے جرمنی سے تعلق رکھتے ہیں۔

2. اسلام اور تحریکِ استشراق کا آپس کا تعلق اب تک معاندانہ ہی رہا ہے، عصر حاضر میں تحریکِ استشراق کے ساتھ مثبت مکالمہ کی ضرورت ہے۔

3. تحریکِ استشراق نے وقت کے ساتھ ساتھ اپنی جہت اور منہج کو تبدیل کیا ہے، اس تبدیلی کی وجہ اور محرکات کیا ہیں؟، اس پر دوران تحقیق کام کی اشد ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] شرق شناسی کا عمومی مطلب مشرقی اقوام، علوم، مذاہب، تہذیب و تمدن اور افکار و نظریات کا مغربی اسلوب پر مطالعہ ہے مگر پروفیسر ایڈورڈ سعید نے مغربی علوم کی اس اہم شاخ کو مغرب کی سامراجی توسیع پسندی کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں مغرب نے مشرق پر غلبہ حاصل کرنے اور اپنے اس قبضے کو دوام بخشنے کی خاطر یہ علم ایجاد کیا تھا۔ مغربی ملوکیت کا آلہ کار یہ علم مشرقی قوموں کے ماضی اور حال کی روشنی میں ان کے مستقبل کی نئی تعبیر اور انہیں غلامی پر رضامند رکھنے کی تدبیر کرتا ہے۔ ایڈورڈ سعید مشرقی قوموں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اس سامراجی ائیڈیالوجی کو رد کردیں، اپنے ماضی کی مسخ شدہ تصویروں کو قبول نہ کریں اور اپنے شاندار ماضی کی بازیافت خود کریں۔

www.britannica.com/biography/Edward-Said#ref661781

[2] المنجد، صلاح الدین ، المستشرقون الالمان، دارالکتاب الجدید، بیروت، ۱۹۸۲ء، ص: ۷

Al-Munjid, Ṣalaḥuddīn, *Al Mustashriqūn al Ālmān,* (Beruit: Dār al Kutub al Jadīd, 19820), p: 7

[3] فیتش، احمد اسماعیل، فلسفہ الاستشراق واثرہا فی الادب العرب، دار الفکر العربی، بیروت، ۱۹۹۸ء، ص: ۲۱۹

Fitish, Aḥmad Ismā‘īl, *Falsafah al Istishrāq wa Atharuha fil A'dab al 'Arab,* (Beruit: Dār al Fikr Al 'Arabī, 1998), p: 219

[4] الزیادی، فتح اللہ، نگاہی بمکاتب شرق شناسی دراروپا، مترجم: دکتور حسن حسین زادہ شانہ چی، مجلّہ تاریخ اسلام، ۲۰: ۱۳

Al Ziyādī, Fatḥullah, "Sharaq Shanāsī", (Translated by Ḥasan Ḥusayn), *Mujallah Tārīkh-e-Islām,* 20 :13

[5] Edwered Said, *Orientalism,* (New York : Vintage Books, 1978), p: 219

[6] عبدالرؤف ظفر، ڈاکٹر، پروفیسر، علوم القرآن: فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ، نشریات، لاہور، ۲۰۱۷ء، ص: ۲۵۵

'Abdul Ra'ūf Zafar, *'Ulūm al Qur'ān: Fannī, Beirut: Dār al Fikrī or Tārīkhī Muṭāla'ah,* (Lahore: Nashriyat, 2017), p: 255

[7] Theodore Noldeke, *The Quran :An Introductory Eassy,* (USA :Interdisciplinary Biblical Research Institute,1992), p: 5

[8] Noldeke, *The Quran :An introductory Eassy*, p: 23

[9] Theodor Noldeke, *The History of the Quran,* (Boston: Brill, 2013)

[10] Theodore Noldeke, "Hatte Mohammad Christliche Lehrer?", *(ZDMG 12, 1958)*, pp: 699 -708

[11] Theodor Noldeke, *The History of the Quran,* (Boston: Brill, 2013)

[12] زنجانی، عبداللہ، تاریخ القران، مکتبہ الصدر، طہران، ۴: ۲۰

Zanjānī, ʻAbdullah, *Tārīkh al Qur'ān,* (Tibran: Maktabah al Ṣadr, nd), 4: 21

[13] Theodore Noldeke, *Sketches from Eastern History*, (Landon: Adam and Charles Black, 1892), p: 49

[14] Noldeke, *Sketches from Eastern History*, p: 51

[15] Ibid., p: 50

[16] Ibid., pp: 50-51

[17] Ibid., p: 53

[18] سورۃ العنکبوت: ۴۹

Sūrah Al ʻAnkabūt, 49

[19] الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۷۵ء، ابواب الجنائز، باب ما جاء فی قتلی احد و ذکر حمزۃ، حدیث رقم: ۱۰۱۶

Al Tirmidhī, Muḥammad bin Isa. *Sunan al Tirmidhī,* (Egypt: Shirkah Maktabah wa Maṭba' tul Muṣṭafa al Bābī al Ḥalbī, 1975), Ḥadīth # 1016

[20] سورۃ الواقعۃ: ۷۷، ۷۸

Sūrah Al Wāqi'ah, 77-78

[21] سورۃ القیامۃ: ۷۵

Sūrah Al Qiyāmah, 17

[22] سورۃ الطور: ۱-۳

Sūrah Al Ṭūr, 1-3

[23] سورۃ البروج: ۲۱، ۲۲

Sūrah Al Burūj, 21-22

[24] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، بیروت، کتاب فضائل القران، باب کاتب النبی ﷺ، حدیث رقم: ۴۹۹۰

Al Bukhārī, Muḥammad bin Ismaīl, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi',* (Beirut: Dār Tawq al Nijāh, 1422 AH), Ḥadīth # 4990

[25] احمد بن حنبل، المسند، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء، حدیث رقم: ۱۷۹۱۸

Ibn Ḥambal, Aḥmad, *Al Musnad,* (Beirūt: Muassisah al-Risālah, 2001), Ḥadīth # 17918

[26] احمد بن حنبل، المسند، حدیث رقم: ۳۹۹

Ibn Ḥambal, *Al Musnad,* Ḥadīth # 399

[27] القرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القران، دار الکتب المصریۃ، قاہرۃ، ۱۹۶۴ء، ۳: ۳۷۵

Al Qurṭabī, Muhammd bin Aḥmad, *Al Jām'i li Aḥkām al Qur'ān,* (Cairo: Dār al Kutub Al Miṣrīyyah, 1964), 3: 375

[28] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القران، باب تالیف القران، حدیث رقم: ۴۹۹۳

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 4993

[29] احمد بن حنبل، المسند، حدیث رقم: ۶۵۱۷

Ibn Ḥambal, *Al Musnad*, Ḥadīth # 6518

[30] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو، حدیث رقم: ۲۹۹۰

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi'*, Ḥadīth # 2990

[31] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دار احیاء الکتاب العربیہ، بیروت، افتتاح الکتاب، باب ثواب المعلم الناس الخیر، حدیث رقم: ۲۴۲

Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah,* (Beirut: Dār Iḥyā' al Kitāb al 'Arabiyyah) Ḥadīth # 242

[32] Theodore Noldeke, *Sketches from Eastern History,* p: 45

[33] ابوشامہ، عبدالرحمٰن بن اسماعیل، المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۵ء، ص: ۶۳

Abū Shāmah, *Al Murshid al Wajīz, (*Beurit: Dār Ṣadir, 1975), p: 63

[34] السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القران، المصر، الہیئۃ المصریۃ العامۃ لکتاب، ۱۹۷۴ء، ۱: ۲۰۶

Al Sayūṭī, *Al Ittiqān fī 'Ulūm al Qur'ān,* (Egypt: Al Hay'ah al Miṣriyyah, 1974), 1: 206

[35] العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ۹: ۱۵

Ibn Ḥajar, *Fatḥ al Bārī fī Sharḥ Sahīh al Bukhārī,* (Beurit: Dār al M'arifah, 1989), 9: 15

[36] Noldeke, *Sketches from Eastern History,* p: 52

[37] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القران، باب جمع القران، حدیث رقم: ۴۹۸۷

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi',* Ḥadīth # 4987

[38] الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامۃ، شرح مشکل الاثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء، باب بیان مُشکل ما روی عن رسول الله من قولہ: نزل القرآن علی سبعۃ احرف، حدیث رقم: ۳۱۱۸

Al Ṭaḥāvī, Aḥmad bin Muḥammad, *Sharḥ Mushkil al Āthār,* (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 1993), Ḥadīth # 3118

[39] الزرکشی، محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القران، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت، ۱۹۵۷ء، ۱: ۲۲۶

Al Zarkashī, Muḥammad bin 'Abdullah, *Al Burhān fī 'Ulūm al Qur'ān,* ((Beirut: Dār Iḥyā' al Kutub al 'Arabiyyah, 1958), 1: 226

[40] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القران، باب انزل القران علی سبعۃ احرف، حدیث رقم: ۴۹۹۲

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi',* Ḥadīth # 4992

[41] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القران، باب انزل القران علی سبعۃ احرف، حدیث رقم: ۴۹۹۱

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi',* Ḥadīth # 4991

[42] الترمذی، محمد بن عیسی، السنن، ابواب الصوم، باب ماجاء فی کراہیۃ الصوم فی السفر، حدیث رقم: ۷۱۰

Al Tirmidhī, Muḥammad bin 'Esa, *Sunan al Tirmidhī,* Ḥadīth # 710

[43] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القران، باب انزل القران علی سبعۃ احرف، حدیث رقم: ۴۹۹۱

Al Bukhārī, *Al Ṣaḥīḥ al Jāmi',* Ḥadīth # 4991

[44] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات قرآنی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص: ۹۵-۹۷

Dr. Maḥmūd Aḥmad Ghazī, *Muḥādhrāt-e-Qur'ānī,* (Lahore: al Faisal Nashirān, 2007), p: 95-97

[45] سورۃ الحجر: ۹

Sūrah Al Ḥajar, 9

[46] سورۃ حم: ۴۲

Sūrah Ḥāmīm, 42

[47] Theodor Noldeke, *The History of the Quran,* p: 270

[48] الدہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، بیت العلم، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۰۷

Dehlavī, Shah Walī Ullah, *Al Fowz al Kabīr fī Usūl al Tafsīr,* (Karachi: Bayt al 'Ilm, 2006), p: 107

[49] سورۃ البقرۃ: ۱، ۲

Sūrah Al Baqarah, 1-2

[50] سورۃ الحجر: ۱

Sūrah al Ḥajar,

[51] سورۃ الشعراء: ۱، ۲

Sūrah Al Shu'arā', 1-2

[52] سورۃ لقمان: ۱، ۲

Sūrah Luqmān, 1-2

[53] اشتیاق احمد، پروفیسر (مرتب)، قرآنی مقالات، دائرہ حمیدیہ، مدرسہ الاصلاح، سرائے میر، اعظم گڑھ، ص: ۱۱۸-۱۲۴

Ishtiāq Aḥmad, *Qur'ānī Maqālāt,* (Azamgarh: Madrassah al Iṣlāh), p: 118-124

[54] ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۵ء، ۱: ۵۴۵، ۵۴۶

Ibn Hishām, 'Abdul Malik, *Al Sīrah al Nabaviyyah, (*Egypt: Maṭba'h al Muṣṭafa al Bābī al Ḥalbī, 1955), 1 :545-546

[55] البقاعی، ابراہیم بن عمر، نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، دار الکتاب الاسلامی، قاہرہ، ۱: ۷۲

Al Buqā'ī, Ibrāhīm bin 'Umar, *Naẓm al Durar fī Tanāsub al Āyāt wal Suwar,* (Cairo: Dār al Kitāb al Islāmī), 1: 72

[56] الزرکشی، البرہان فی علوم القران، ۱: ۱۶۷

Al Zarkashī, Muhammad bin Abdullah, *Al Burhān fī 'Ulūm al Qur'ān*, 1: 168

[57] Noldeke, *The History of the Quran*, p: 472

[58] البقاعی، نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، ۱: ۶

Al Buqā'ī, Ibrāhīm bin 'Umar, *Naẓm al Durar fī Tanāsub al Āyāt wal Suwar*, 1: 6

[59] الفراہی، حمید الدین، دلائل النظام، مدرسہ الاصلاح، اعظم گڑھ، ص: ۷۵

Al Farāhī, Ḥamīd Uddīn, *Dalā'il al Niẓām,* (Azamgrah : Madrassah al Iṣlāh), p: 75

[60] سورۃ ابراہیم: ۳۴

Sūrah Ibrāhīm, 34

[61] سورۃ النحل: ۱۸

Sūrah Al Naḥl, 18

[62] سورۃ المؤمنون: ۱

Sūrah Al Mu'minūn, 1

[63] سورۃ المؤمنون: ۱۱۷

Sūrah Al Mu'minūn, 117

[64] سورۃ الطور: ۴۹

Sūrah Al Ṭūr, 49

[65] سورۃ النجم: ۱

Sūrah Al Najm, 1

[66] الرازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ۷: ۱۰۶

Al Rāzī, Muḥammad bin 'Umar, *Mafātīḥ al Ghayb,* ((Beirut: Dār Iḥyā' al Kutub al 'Arabī, 1420 AH), 8: 106